ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

طارق عزیز

ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی (اردو) اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

صدیق اقبال

ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی (اردو) ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی

ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

پروفیسر احمد فوادؔ ایک روایت شکن شاعر

Tariq Aziz
Research Scholar Ph.D Urdu, Islamia College University, Peshawar
Sidiq Iqbal
Research Scholar PhD Urdu, Hazara University, Mansehra.
Dr. Muhammad Altaf Yousafzai
Associate Professor, Department of Urdu, Hazara University, Mansehra.

Prof.Ahmad Fawad an Anti Traditional Poet

Ahmad Fawad is a professor in English. He has already published three combinations of Urdu poetry. He is the Mir-e-karwan of the Urdu poets of swat. His poetry is an example of indecency and Narrative. I have not restricted myself, but have taken my imagination flight to the house. The fascinating and ethical system of Ahmad Fawad poetry is not based on poetic dramatism, but these symbols are apparently simple but their original, third Darwinists are immersive and universal. Their rhythm's poetry and successful experience , their physical power and subordinate order. Creative sign of deviation from the new linguistic argument in his poetry.His unique style of comfort makes him different from other poets.

Keywords: *Ahmad Fawad, Urdu poetry, Narrative, symbols, successful experience, unique style, linguistic argument.*

پروفیسر احمد فوادؔ کا اصل نام فرید احمد ہے۔احمد فوادؔ ان کا قلمی نام اور فوادؔ تخلص ہے۔وہ ضلع شانگلہ (سابقہ ضلع سوات،موجودہ ضلع شانگلہ)میں مارتونگ ،شگہ کے مقام پر ۱۰جون ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔فوادؔ کے والدعبدالقیوم اردو،فارسی اور عربی علوم کے ماہر اور پشتو کے مایہ ناز شاعر تھے جبکہ داداماصم خان،فن سپاہ گری کے ماہر اور علاقے کے ایک معزز بزرگ تھے۔ آپ کے والد نے حصول معاش کے سلسلے میں پہلے بمبئ اور پھر پاکستان بننے کے بعد کراچی ہجرت کی۔ فوادؔ نے دینی علوم اور قرآن کریم کی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔بعد میں اپنے والد صاحب کے ساتھ صوبہ سندھ چلے گئے جہاں آُپ نے ۱۹۲۹ء میں تعمیر سیرت ملت ہائی سکول اینڈ شاہ ولی اللہ اوریئنٹل کالج منصورہ سے میٹرک اور مولوی عالم فسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ انگریزی اور سوشیالوجی میں بی۔اے آنرز کیااور پھر اسی یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم۔اے کیا۔۱۹۸۷ء میں آپ بطور انگلش لیکچرار منتخب ہوئے ۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ جہانزیب کالج سیدوشریف سوات میں بطورِ صدر شعبہ انگریزی بھی رہے۔۱۹۱۴ء میں بطورِ پروفیسر ریٹائرڈ ہوئے، آج کل کبل سوات میں رہائش پزیر ہیں۔

فوادؔ کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔آپ کی شخصیت علمیت، سنجیدگی، پراسراریت، وقاراور متانت کا مجموعہ ہیں۔بہت کم گو انسان ہیں،پہلے تولو پھر بولو، کی زندہ مثال ہیں۔ ٹھہراؤاور دھیما پن آپ کی طبیعت کا خاصہ ہے۔تیز تیز بولنا، آگے بڑھ بڑھ کر اوروں سے مناظرہ کرنا،اپنی بات منوانے کے لیے زور زور سے دلائل دیناان کی شخصیت سے میل نہیں کھاتیں،ایک طرح سے تکمیلیت پسند انسان ہیں۔ شہرت بیزاری، بردباری اور استغنا آپ کی شخصیت کے بنیادی حوالے ہیں۔سہولت پسند اور سہل پسند نہیں ہیں اور نہ بہت جلد گھل ملنے والے انسان ہیں۔دوستی بڑھانے میں عجلت سے کام نہیں لیتے۔ آپ احباب کے انتخاب میں بہت محتاط ہیں۔خوشی اور غم کی حالت میں اعتدال پسندی کے اصول پر قائم ہیں اس لیے تو مخاطب کے لیے ان کے چہرے کے تاثرات پڑھنا مشکل ہوجاتا ہے۔

> فوادؔ راسخ العقیدہ اور وسیع المشرب انسان ہیں۔منم اور خودستائی سے دور بھاگتے ہیں اس لیے تو مشاعروں میں بہت کم شرکت کرتے ہیں۔تقوٰی اور زہد کی صفات سے لبریز شخصیت کے مالک ہیں۔ان کی استغنااور بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنی کسی کتاب پر کسی سے کوئی تقریظ یادیباچہ نہیں لکھوایا۔فوادؔ کی شاعری کی کونپل اس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

وقت پھوٹی جب آپ ساتویں جماعت میں پڑھ رہے تھے۔ آپ کی پہلی غزل کا مطلع یہ ہے۔

آسمان پر بادل رنگین ہے یہ چھایا ہوا

یا رخ روشن پہ ہے پردہ کوئی پھیلا ہوا(۱)

شاعری اور فوادؔ لازم و ملزوم ہیں۔ فوادؔ فنا فی الفن ہیں اور یہ قول ان کے، کہ میں نے شاعری سے شادی کر لی ہے لیکن شہرت طلبی اور فرط شوق میں اُنہوں نے فنِ شاعری کو عوام کے شوق اور مذاق پر قربان نہیں ہونے دیا۔ وہ علامہ اقبالؔ کی طرح شعر سنانے اور داد وصول کرنے کے بالکل طلب گار نہیں ہیں۔ یہ ادبی بے نیازی بہت کم شعرا میں پائی جاتی ہے۔ وہ ایک صاحب کردار اور برہنہ گفتار شاعر ہیں، اگر چہ وہ نرم دمِ گفتگو ہیں لیکن گرم دمِ جستجو بھی ہیں جیسا کہ وہ ایک شعر میں کہتے ہیں۔

سکھ چین سے رہنا مری فطرت میں نہیں ہے

دریا ہوں کسی بحر کا ساحل تو نہیں ہوں(۲)

فوادؔ نے چھے زبانوں اردو، انگریزی، عربی، فارسی، فرانسیسی اور پشتو کی ادبیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی علمی بصیرت، ادبی نظریات اور عمیق نظری کا اندازہ مختلف کتابوں پر ان کے لکھے گئے مقدموں، دیباچوں، انٹرویوز اور کالمز سے لگتا ہے۔ اگر چہ اُنہوں نے تنقید پر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں لکھی لیکن ان کے تنقیدی نظریات جا بجا بکھرے پڑے ہیں جن کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک علمی اور تنقیدی شاہ کار تخلیق ہو سکتا ہے۔ ان کی شاعری انفرادیت کی ایک بہترین مثال ہے۔

فوادؔ بیک وقت ایک استاد، شاعر، کالم نگار، ناول نگار، خاکہ نگار، نقاد اور مترجم ہیں۔ اردو، پشتو اور انگریزی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے ہیں۔ ابھی تک ان پشتو کا ایک مجموعہ ”کہ تہ راغلے زہ بہ گل شم“ اور اردو کے تین مجموعے ”یہ کوئی کتاب نہیں، دل ورق ورق تیرا، ایک جانب چاندنی“ شائع ہو چکے ہیں جبکہ انگریزی کی شاعری غیر مطبوعہ ہے۔ ایک ناول ”یہ کیسا دکھ ہے“ بھی جلد منظر عام پر آ جائے گا۔

فوادؔ نے کراچی میں صحافت کے میدان میں اپنے بھی اپنے فن کے جوہر دکھائے اور زمانہ طالب علمی میں روزنامہ ”جسارت“ کے مدیر مقرر ہوئے، پھر ”وقت“ نامی رسالے میں ایسوسی ایٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ دورانِ صحافت کئی مشہور ادبی شخصیات کے خاکے بھی لکھے۔ کراچی کے مشہور اخبار ”اُمّت“ میں یادیں کے نام سے کافی عرصہ تک کالم لکھتے رہے۔ آپ نے ریڈیو پاکستان کے لیے بھی کئی فیچرز اور پروگرامز بھی لکھے۔ اگر چہ قیام

کراچی کے دوران میں وہ جس ادبی ماحول میں رہے وہاں امجد اسلام امجد، مستنصر حسین تارڑ، سحر انصاری، قمر جمیل، پروین شاکر، ڈاکٹر آصف فرخّی، ثروت حسین مرحوم، کشور ناہید، زاہدہ حنا اور عذرا عباس جیسے جیّد اور قد آور اُدبا ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے لیکن شعر و ادب کے اُفق پر اپنی پوری جلوہ گری کے ساتھ نمودار نہ ہونا فوادؔ کی طبیعت کی سرد مہری ہے جو اسے ستائش کی تمنّا اور صلے کی پرواسے دور رکھتی ہے۔ اُنہوں نے چونکہ تدریسی فرائض ضلع سوات میں انجام دیے ہیں اس لیے یہاں شعر و سخن کی محافل کا نہ ہونا ان کی انفرادی شاعری اور کو منظر عام پر نہ آنے کی ایک وجہ ہے، تاہم کراچی، اسلام آباد اور ہندوستان میں ان کی شاعری کی انفرادیت اور روایت شکن اسلوب کی نفیری کی آواز ہر طرف سنائی دیتی ہے۔ ہندوستان سے ڈاکٹر شمیم حنفی اور شمس الرّحمن فاروقی نے آپ کی شاعری پر تبصرے کیے ہیں اور تنقیدی آرائیں رقم کی ہیں، جو پاکستانی اخبارات اور ادبی رسائل اور جریدوں میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ صوبہ خیبر پختون خوا میں جب پروفیسر ڈاکٹر نذیر تبسمؔ اور گوہر نوید کا ٹلنگ نے تحقیق و تنقید کے تیشے سے ادبی پہاڑ کو کھودنے کی کوشش شروع کی تو کئی دوسرے ہیروں کے ساتھ ساتھ فوادؔ کی شاعرانہ عظمت کو بھی منشہ شہود پر آنے کا موقع مل سکا۔

شاداب تخیل، جداگانہ اسلوب، مخصوص لب و لہجہ اور انفرادیت کے مالک، فوادؔ کی شاعری روایت اور جدّت کا بہترین امتزاج ہے۔ ان کی شاعری جلوہ صد رنگ کا مظہر نظر آتی ہے اور قوس قزح کے رنگوں سے مزین ہے۔ اگرچہ ان کی غزلیں اعلیٰ پائے کی ہیں لیکن ان کے فنِ شاعری کے اصل جوہر ان کی نظموں میں کھل کر سامنے آتے ہیں۔ غزلیں روایتی اور نظمیں جدت اور انفرادیت کی صفات سے متصف ہیں۔ چونکہ فوادؔ نظم کے شاعر ہیں اس لیے اس مقالے میں ان کی نظموں میں موجود روایت شکنی کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔ روایت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں، روش عام پر چلنا، دوسروں کی نقل کرنا یا دوسروں کے طریقے اپنانا ۔روایت شکنی کا مطلب ہے، روش عام سے ہٹ کر چلنا، نیا انداز اپنانا یا ان طریقوں سے دامن بچا کر چلنا جو ماضی کا حصہ ہوں۔ شاعری میں روایت شکنی سے مراد موجود اور مروجہ ہیئتوں، اسالیب اور فنی و فکری راستوں سے انحراف ہے۔ روایتی انداز کے متعلق ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اپنی کتاب "ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ" میں لکھتے ہیں۔

> "روایتی انداز اختیار کرنے سے مراد تقلید اور نقالی ہے۔ یعنی جو کچھ زمانے میں ہوتا رہا ہے، ان سب باتوں پر کوئی فنکار یا شاعر اپنی تخلیق کی بنیاد رکھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ روایت میں تغیر کا عمل جاری رہتا ہے۔" (۳)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

کائنات کی ہر شے ارتقائی مراحل کی طرف بڑھ رہی ہے کیونکہ تغیر ایک فطری عمل ہے۔ ہر دور اور ہر مقام میں شعر و سخن میں ہیئت کے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر نئے نئے اسالیب، خیالات اور فنی و فکری جہتیں اردو شاعری کے ساتھ ساتھ نہ چلتیں تو اردو شاعری زمانے کا ساتھ دینے اور ذہن و دل کے اظہار سے قاصر رہتی۔ اردو ادب آج جس مقام پر کھڑا ہے اس کے لیے اس نے سینکڑوں سال کا ارتقائی سفر کیا ہے۔ یہ ادب خیزی اور ادب نوازی ہمارے ادیبوں اور شاعروں کی طباعی اور ذہانت کا نتیجہ ہے۔ اگر ادبا اور شعرا نئے نئے مفاہیم اور گلدستہ معنی کی تلاش میں نہ نکلے ہوتے تو ادب کا یہ چمن آج اس طرح گلہائے رنگارنگ سے معطر و منور نہ ہوتا بقول ڈاکٹر وزیر آغا۔۔۔

"جب علم کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور نظر کے سامنے نئے اُفق نمودار ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر سارا قدیم ادب اسلوبِ حیات مشکوک دکھائی دینے لگتا ہے۔"(۴)

ہر ذہین اور عظیم شاعر رسمی تقلید، یکسانیت اور گھسے پٹے راستوں پر چلنے کی بجائے نئے نئے راستوں پر چلنے کا متمنی ہوتا ہے، وہ انفرادیت اور نئے پن کا خواہش مند ہوتا ہے اور جہاں تک فوادؔ کی انفرادیت اور روایت شکنی کا تعلق ہے تو معاصر شعرا میں ان کی پہچان ستاروں کے درمیان چاند کی موجودگی کی طرح ہے کیونکہ ان ذہن طبعی طور پر روایت شکنی اور جدّت کی طرف مائل ہے لہذا وہ فرماتے ہیں

ایک ایک لمحہ سب بدلتا ہے
جو پرانا ہے وہ نیا بھی ہے (۵)

فوادؔ کی شاعری کا جدید انداز قاری ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔عام طور پر کسی سفر نامے میں مختلف ملکوں اور شہروں کے ناموں کا ذکر ہوتا ہے۔ سفر نامہ نگار کی طرح فوادؔ بھی اپنی ایک نظم میں کئی ملکوں اور شہروں کے نام لے کر قاری کو ان جگہوں کی سیر کراتا ہے۔ اردو شاعری میں کسی ایک نظم میں اتنے ملکوں اور شہروں کے ناموں نہیں آئے ہیں بلکہ اردو شاعری اس قسم کے تجربے سے نا آشنا تھی فوادؔ کے پہلے مجموعے "یہ کوئی کتاب نہیں" کی ایک نظم "صبا، بادصبا کی روح کا پرتو" سے چند مصرعے ملاحظہ ہوں۔

کسی نے اصفحان کے سیب کھائے ہیں
یہ غزنی کی زمین کا ہے اثر شاید
کہیں پر سوئٹزرلینڈ کی جھیلیں ہیں

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

کہیں اٹلی کے باغوں میں

وہ پیرانیز کی سربند کوہوں پر

مدائن کے پہاڑوں میں

یہ لندن، ٹوکیوں، پیرس کی سڑکیں کتنی روشن ہیں (۶)

درج بالا مصرعوں کے علاوہ جنیوا، لبنان، رومان، نیویارک، ماسکو، نیل، آگرہ، آسٹریلیا اور روم جیسے الفاظ نظم مذکورہ کا حسن بڑھاتے ہیں۔

اردو شاعری میں خصوصاً اکبر الہ آبادی اور عموماً دوسرے شعرا نے انگریزی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جتنے انگریزی الفاظ اکبرؔ نے اپنے ضخیم کلیات میں استعمال کیے ہیں ان سے زیادہ انگریزی الفاظ فوادؔ نے اپنے پہلے مجموعے ''یہ کوئی کتاب نہیں''میں استعمال کیے ہیں۔ اکبرؔ نے انگریزی الفاظ، انگریزی زبان و ثقافت کی تمسخر اُڑانے کی خاطر استعمال کیے ہیں لیکن فوادؔ کے ہاں ان الفاظ کا استعمال موقع و محل کی مناسبت سے اور اردو شاعری کی ایک ضرورت کے طور پر ہوا ہے۔ ان کے اس مجموعے ''یہ کوئی کتاب نہیں'' سے چند الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

"اوور کوٹ، ایڈریس، البم، اسٹیشن، آٹوگراف، انڈرویر، اسکیچ، اسکیم، انٹرویو، اسٹیج، اسٹورروم، بٹن، ہارٹ فیل، شوکیس، ٹوسٹ، ٹیوشن، وارڈروب، ریک، کافی، ناک، ٹیبل، گٹار، یونیفارم، سیٹ، شوٹ، سائرن، بلیک، آوٹ، کیبین، ڈرائنگ روم ، سگریٹ، بلڈوزر، پرس، میوزک، لفٹ، نیل پالش، پارسل، پیانو، لپ اسٹک، پیراشوٹ، سینڈل، پوسٹر، رجسٹر، ریکٹ، ٹین، ٹرین، ٹینک، فٹ پاتھ، لائٹ، لاکر، مینٹل پیس، بریف کیس، ڈائری، ڈس اون، ریلنگ، سرٹیفیکیٹ، ہیلو، کنسرٹ، ٹیلی گرام، مگ، اکاؤنٹ، پلیٹ، فائل، رپورٹ، ٹرے، سگریٹ، فریم، ٹکٹ، گیٹ، لیکچر، ٹی۔ بی، پرائیویٹ، فیشن، شو، پرس، ہی سٹیریا، ائرکنڈیشن، کالک، بریزر، پیکٹ، رجسٹرڈ وغیرہ"۔ (۷)

صرف یہ نہیں بلکہ اُنہوں نے ایک طویل نثری نظم میں انگریزی کا ایک بند بھی شامل کر دیا ہے۔ اس سے اردو شاعری میں ایک انوکھا اضافہ ہوا ہے۔ فوادؔ نے پہلی اینٹ رکھی ہے، موجودہ دور میں اردو میں انگریزیت پسندی کے رجحان کے دیکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ مستقبل کے شعرا اردو اور انگریزی پر مشتمل نظموں کو رواج دیں گے۔

آیئے دیکھیے نظم ''ولگا ایک نئی کہانی لکھ رہا ہے'' کا ایک انگریزی بند

He comes and goes like the wind
The widows are deaf and the doors are dumb
And a single leaf is left on the floor
He comes and goes like the wind
He doesn't like hangers and cupboards
There's a space in my heart for his belongings
He comes and goes like the wind
He is the gossip of weathers in the stillness of night
He is the sadness of sunshine in the quite of after noon
He is all that one longs to have in life
He comes and goes like the wind (۸)

اردو شاعری کے پودے میں انگریزی کی قلم لگانے کے حوالے سے رام بابو سکسینہ کہتے ہیں۔

"اردو شاعری میں جدید رنگ انگریزی زبان اور انگریزی طرز تعلیم کی مرہون منت ہے اس نے شاعری کا وسیع کر دیا ہے۔اس کی کی وجہ سے ایک وسیع اور قیمتی ذخیرۂ الفاظ، نئے تخیلات، نئی تشبیہات، نئے نئے مضامین، نئے مناظر اور شعر کے نئے نئے سامان فراہم ہوئے مقررہ قواعد و عروض سے لاپروائی، ہر قسم کے قابل و نا قابل مضامین کو شعر کے سانچے میں ڈھالنا، انگریزی الفاظ کی بھر مار۔ پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کے فوائد ،نقصانات سے زیادہ ہیں اور یہ خرابیاں جو آج پیش نظر ہیں، کسی روز رفع ہو جائیں گی" (۹)

ایک نظم "چاند بالکنی میں کھڑا اپنے بال خشک کر رہا ہے" میں فوادؔ نے ایک نیا انداز اپنایا ہے۔ ہیئت کے اس نئے تجربے میں اُنھوں نے نثری نظم کے پہلے تین حصوں میں موجود ہر شعر کے دوسرے مصرعے کو ٹیپ کے مصرعے کے انداز میں لکھا ہے۔ مثلاً پہلے حصے کے ٹیپ کا مصرع ہے۔"وہ خواب کی دہلیز پہ خاموش کھڑی ہے" دوسرے حصے کے ٹیپ کا مصرع ہے "محبت ناک کر کے تو کبھی دل میں نہیں آتی" تیسرے حصے کے ٹیپ کا مصرع ہے "کتابیں، میز، کرسی، کھڑکیاں سب ٹوسٹ کرتی ہیں" (۱۰)

انہوں نے اپنے تیسرے مجموعے "ایک جانب چاندنی" میں ایک ایسی منفرد اور نیم مسلسل غزل لکھی ہے جس کے ہر شعر کا دوسرا مصرع ایک طرح کا اور بار بار دہرایا گیا ہے۔ واضح رہے کہ غزل کی زمین فنی طور پر نئی فصلوں کے لیے ساز گار نہیں ہے لیکن قاری فوادؔ کے اس نئے تجربے میں ایک نیا دلکش احساس محسوس کرے گا۔اس غزل کے کچھ اشعار ملاحظہ کیجیے اور اس میں موجود مٹھاس محسوس کیجیے۔

دل کہاں جائے بیچارہ زندگی مشکل میں ہے ایک جانب چاندنی ہے ایک جانب زرد دھوپ
چاہنے والے پریشاں ہیں کہ کس کا ساتھ دیں ایک جانب چاندنی ہے ایک جانب زرد دھوپ
اس لیے دلچسپ لگتی ہے محبت کی کتاب ایک جانب چاندنی ہے ایک جانب زرد دھوپ
جانے اس کمبخت دل کو اور کیا چاہیے ایک جانب چاندنی ہے ایک جانب زرد دھوپ
تیرے ہونے کا یہاں کیا مانگیں گے ثبوت ایک جانب چاندنی ہے ایک جانب زرد دھوپ [۱۱]

"یہ کوئی کتاب نہیں" کے مقابلے میں "دل ورق ورق تیرا" میں روایت شکنی کے تجربے بہت کم کیے گئے ہیں، تاہم مؤخر الذکر مجموعے کی پہلی غزل، حمدیہ غزل ہے،اس کے اشعار میں ربط اور تعلق نظم کے اشعار کی طرح ہے اور ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ہر شعر کا قافیہ اور ردیف مثنوی کی طرح الگ الگ ہیں لیکن نظم کی طرح عنوان کے علاوہ ساری ہیئت اور فنی انداز نظم کی ہے۔ یہاں بہ طور مثال دو اشعار نقل کرتا ہوں۔

تو جو ٹوٹے ہوئے تاروں کو زباں دیتا ہے خشک پتوں کو لب و نطق و بیاں دیتا ہے
رات کی کوکھ میں دن تیری اجازت سے ہے خاک میں رنگ ونوا تیری اجازت سے ہے [۱۲]

غزل کے اشعار میں قافیے اور ردیف کی پابندی کتنی ضروری ہوتی ہے اس بارے میں ڈاکٹر طاہر فاروقی کہتے ہیں۔

> " اگر مطلع میں قافیے کے ساتھ ردیف بھی ہو تو باقی تمام شعروں میں اس کی پابندی ضروری ہے۔ردیف کا ہونا غزل میں ضروری نہیں ہے لیکن جہاں ایک ردیف غزل میں آئے،اس کی پابندی تمام اشعار میں کی جائے گی"۔ [۱۳]

درج بالا بیان کو اگر فواد کی غزلوں پر Apply کیا جائے تو اُنہوں نے کہیں کہیں غزلوں کے پہلے اشعار میں ردیف اور قافیے کا پابندی کا اہتمام نہیں کیا ہے۔اس طرح "دل ورق ورق تیرا" کے صفحہ نمبر ۳۶ پر ایک غزل مطلع کے بغیر ہے،اس غزل میں مقطع بھی نہیں ہے۔اس غزل کا پہلا شعر یہ ہے

جیسے ہو تیز دھوپ میں تنہا کوئی گلاب　　　دیکھا اسے تو اور طبیعت ہوئی اداس(۱۴)

"ایک جانب چاندنی" میں بھی بغیر مطلعوں کی غزلیں موجود ہیں۔ان غزلوں کے پہلے اور دوسرے اشعار یہ ہیں۔

میں کن چشموں سے ان کا حال پوچھوں　　　وہ دریا جو زمیں میں کھوئے گئے ہیں
تمہیں اب کون آئے گا منانے　　　مری آنکھوں کے نغمے سو گئے ہیں

میں اپنا درد ہوا کے سپرد کرتا رہا　　　سماعتوں کا دریچہ کھلا نہ در کوئی
تم اپنے نالہ و فریاد سے ہی جاؤ گے　　　یہاں کسی پہ بھی ہوتا نہیں اثر کوئی(۱۵)

دو غزلہ اور سہ غزلہ کی روایت تقریباً ختم ہو چکی ہے۔آج کل کے اکثر شعرا ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہوئے کم سے کم اشعار میں مافی الضمیر کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں۔ویسے بھی غزل کے اشعار کی تعداد جتنی کم ہو اتنی ہی اس میں اثر افرینی زیادہ ہوتی ہے۔ایک معیاری غزل میں اشعار کی تعداد پانچ سے لے کر گیارہ تک ہوتی ہے۔معیاری غزل کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ "ولی سے اقبال تک" میں رقم طراز ہیں۔

"علمائے فن نے غزل کی ساخت میں تعدادِ اشعار کو معیّن اور محدود کرنے کی کوشش کی ہے اور غزل کی طوالت کو عیب قرار دیا ہے جب غزل میں اشعار کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو غزل کے مرکزی جذبے کا اثر بکھر جاتا ہے"۔(۱۶)

فواد نے دو غزلہ کی روایت پھر سے شروع کر دی ہے۔"دل ورق ورق تیرا" میں صفحہ نمبر ۵۲ پر موجود دو غزلہ کے پہلے حصے میں ستائیس اشعار اور دوسرے حصے میں اکیس اشعار موجود ہیں۔اس غزل کا مطلع اول اور مطلع ثانی ملاحظہ کیجیے۔

مطلع اول:　　اب وہ غم ہے نہ وہ مسرت ہے　　　وہ گیا تو ہے کتنی فرصت ہے
مطلع ثانی:　　پوچھنے کی کیا ضرورت ہے　　　ٹھیک ہوں آپ کی عنایت ہے
(۱۷)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

جبکہ ان کے تیسرے مجموعے "ایک جانب چاندنی" میں ایک حمدیہ سہ غزلہ بھی موجود ہے جس میں مجموعی طور پر انتالیس اشعار ہیں۔ جس کے مطلعے یہ ہیں۔

نہیں یہ ذہن تنہا الجھنوں میں ہے　　　میرا دل بھی مشکل مرحلوں میں
نظر آیا ہے وہ آکر بنوں میں　　　جسے ڈھونڈا ہے سدا آبادیوں میں
نہ اب شعلے بھڑکتے ہیں دلوں میں　　　نہ وہ شوخی رہی ہے دلبروں میں (۱۸)

اُنہوں نے لمبی لمبی غزلوں کے لکھنے کی روایت پھر سے شروع کی۔ اگرچہ پرانے زمانے میں ان غزلوں کا رواج تھا لیکن زمانے کی تیز رفتاری نے بھی غزل کو اختصار پر مجبور کر دیا۔اور یوں شعرا مختصر پیرائے، کنائے اور علامتوں میں اپنے احساسات اور جذبات بیان کرنے لگے۔ فوادؔ کے اختراعی ذہن نے روایت عام سے ہٹ کر لمبی لمبی غزلوں کے رنگوں اور ذائقوں سے ایک بار پھر اکیسویں صدی کے قاری کو آشنا کر دیا۔ان کے تیسرے مجموعے "ایک جانب چاندنی" میں اٹھارہ، بیس اور چوبیس اشعار تک کی غزلیں موجود ہیں۔ اُنہوں نے نہ صف لمبی لمبی غزلیں لکھیں بلکہ "ہے آسماں" جیسی مشکل ردیف کے تحت اکاون اشعار پر مشتمل غزل بھی لکھی ہے۔ اس قسم کی ردیف کا مسلسل استعمال اور اس میں روانی اور تازگی برقرار رکھنا فوادؔ کے لیے بازیچہ اطفال ہے۔

قدیم اور جدید شعرا نظم میں کسی نہ کسی ہیئت کی پابندی کرتے چلے آئے ہیں۔ ان ہیئتوں کی مختلف اقسام ہیں، جن میں سے ایک قسم مسمط ہے۔ مسمط نظم کی وہ قسم ہے جس میں متعدد بند ہوں، اور ہر بند میں متعدد مصرعے ہوں۔ ایک بند میں تین سے لے کر دس مصرعوں تک ہو سکتے ہیں یعنی ایک نظم مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع یا مثمن کی ہیئت میں ہو سکتی ہے، لیکن کوئی سی بھی ایک نظم مکمل طور پر ایک ہیئت میں ہوتی ہے، یہ یا تو مخمس کی شکل میں ہوتی ہے یا مسدس وغیرہ کی شکل میں۔ فوادؔ کے دوسرے مجموعے "دل ورق ورق تیرا" میں ایک نظم "کس کی تفصیل ہے یہ" میں اُنہوں نے مختلف بندوں میں مختلف مصرعوں کی تعداد بھی مختلف رکھی ہے۔ پہلے اور دوسرے بند میں مصرعوں کی تعداد نو ہے، تیسرے بند میں مصرعوں کی تعداد بارہ ہے، چوتھے بند میں بھی مصرعوں کی تعداد نو ہے۔ پانچویں بند میں مصرعوں کی تعداد سات ہے، چھٹے بند میں مصرعوں کی تعداد گیارہ ہے۔ اس طرح اس نظم کو مخمس، مسدس، مسبع، معشر یا کسی اور ہیئت میں ڈالنا مشکل ہے بلکہ مستقبل میں اس کے لیے کسی نام کا امکان ممکن ہے۔ دراصل یہ نئی ہیئت مروجہ فنی قیود سے انحراف کی ایک خوشگوار مثال ہے جس سے قاری کو پرانی شراب میں ایک نیا مزہ محسوس ہو گا۔ اس مجموعے میں ایک نظم بہ عنوان "ماں نے جاتے ہوئے۔۔۔۔" بھی ایک شخصی مرثیہ

ہے۔مرثیہ عام طور پر مسدس کی ہیئت میں لکھا جاتا ہے۔اقبالؔ کا شخصی مرثیہ "والدہ مرحومہ کی یاد میں" بھی مسدس کی ہیئت میں ہے۔جبکہ غالبؔ نے پہلی مرتبہ اپنے بھانجے عارف کا نوحہ غزل کی ہیئت میں لکھا۔اس کے بعد فیضؔ نے بھی اپنے ایک دوست کا نوحہ غزل کی ہیئت میں لکھا ہے، لیکن فوادؔ کے مذکورہ بالا مرثیے کی ہیئت بھی عجیب ہے۔پہلے پانچ بند مخمس کی شکل میں ہیں۔چھٹا اور ساتواں بند آزاد نظم کی شکل میں ہیں جبکہ آٹھواں بند مخمس کی شکل میں ہے۔مرثیہ لکھنے کے لیے ہیئت کی کوئی پابندی نہیں ہے لیکن قدما کی پیروی کرنا بعض شعرا فرضِ عین سمجھتے ہیں لیکن اس اتباع سے ادب اور خاص کر شاعری میں نئے نئے تجربوں اور زمانے کے ساتھ چلنے کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔اگر اردو شاعری میں روایت شکنی اور نئے تجربات کے نئے راستوں اور امکانات کو روکا جائے تو آج اردو شاعری جس آفاقی مقام پر کھڑی ہے، یہ عروج کبھی بھی اس کے مقدر میں نہ ہوتا بلکہ یہ ایک بے جان اور ساکن چیز تصور کی جاتی۔شاعری میں فوادؔ نے اپنی جرات مندانہ روایت شکنی کی بدولت نئے تجربوں کی دعوت دی ہے۔مرقومِ بالا رائے کو تقویت دینے کے لیے میں یہاں پروفیسر ڈاکٹر نذیر تبسمؔ کی کتاب "صوبہ سرحد کے اردو غزل گو شعرا" سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔

> "وہ (فارغ بخاری) خود کہتا تھا کہ تجربے ہوتے رہنا چاہیئے، جس تجربے میں جان ہوگی وہ تسلیم کر لیا جائے گا اس لیے اس نے اپنی زندگی میں نثری نظم کی مخالفت نہیں کی"۔[۱۹]

عام طور پر غزل کے اشعار کی ترتیب کو اگر بدل دی جائے تو غزل کی کا مرکزی جذبہ متاثر نہیں ہوتا لیکن نظم کے اشعار تسلسل اور ربط کا تقاضا کرتے ہیں، گویا ان اشعار کی ترتیب ایک، دو اور تین کی طرح ہوتی ہے۔فوادؔ کے پہلے مجموعے "یہ کوئی کتاب نہیں" میں ان کی آزاد اور نثری نظموں میں سینکڑوں مصرعے ایسے ہیں جن کو اگر ایک دوسرے کے ساتھ بدل دیے جائیں تو معنی اور مفاہیم وہی ہوتے ہیں جو تبدیلی سے پہلے موجود تھے۔ان کی ایک نثری نظم سے ایک بند پیش کیا جاتا ہے۔

آنسوؤں میں تصویریں بگڑ جاتی ہیں
خوابوں کی گلیوں میں ننگے پاؤں گھومنا منع ہے
ان پتھروں کے دل ریشم کے بنے ہیں
جو تمہارے پاؤں کے نشانات ہاتھوں میں چھپائے چلے ہیں

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

درج بالا مصرعوں کی ترتیب بدل دینے سے ان کے مفہوم پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ فوادؔ کی نظموں میں غزل کی سی شان پائی جاتی ہے۔ آیئے دیکھیے:

جو تمہارے پاؤں کے نشانات ہاتھوں میں چھپائے چلے ہیں
ان پتھروں کے دل ریشم کے بنے ہی
خوابوں کی گلیوں میں ننگے پاؤں گھومنا منع ہے
آنسوؤں میں تصویریں بگڑ جاتی ہیں (۲۰)

فوادؔ کے ایک تنقید نگار اور آفسانہ نگار دوست آصف فرخی،ان کے پہلے مجموعے "یہ کوئی کتاب نہیں" کی انفرادی شاعری کے بارے میں ایک انگریزی اخبار میں لکھتے ہیں۔

Poetry of an intense kind
He (Ahmad Fawad) brings a fresh and fully matured style to Urdu poetry...The poems are all neatly broken in to sections marked by Roman numerical,but whole sections can be moved from one poem to as other without causing a major disruption.All the poems bear a such to strong family resemblance to each other ...The shorter peoms added on to each other like blocks of the logo toy... (۲۱)

کو کسی دوسری نظم کے کسی بند کے ساتھ ملادیں تو اس سے روانی اور ربط پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ایسا لگتا ہے کہ ساری نظمیں ایک خاندان کے بہن بھائی (افراد) ہیں۔۔۔۔ مختصر نظمیں ایک دوسری سے اس طرح ملی ہوئی ہیں جیسے کسی عمارت کی اینٹیں۔۔۔۔۔ غزل اور نظم کی ہیئت اور مزاج میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ان کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ نظم کے اشعار ایک موضوع کے تحت ہوتے ہیں جبکہ غزل کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے۔اس سلسلے میں رفیع الدین ہاشمی رقمطراز ہیں۔

"اصطلاحاً غزل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں،جن کا مفہوم یہ ہے کہ غزل کے ہر شعر میں ایک مکمل مفہوم ہوتا ہے،یوں غزل میں بڑی لچک ہے اور اس کی مقبولیت کا راز بھی یہی ہے کہ غزل کا ہر شعر معنوی اعتبار سے ایک مکمل

اکائی ہوتا ہے جبکہ دیگر تمام اصناف شعر میں بالعموم تسلسل پایا جاتا ہے، البتہ کبھی کبھی پوری غزل میں یا اس کے چند شعروں میں موضوع یا خیال کا ربط و تسلسل موجود رہتا ہے۔" (۲۲)

فوادؔ کی آزاد اور نثری نظموں میں بھی غزلوں کی طرح ہر مصرعے میں الگ الگ مفہوم پایا جاتا ہے۔ یوں ان کی نظموں میں آزاد تلازمۂ خیال کی تکنیک بھی دوسرے شعرا کے نسبت زیادہ استعمال ہوئی ہے۔ یہ ان کی نظموں کی ایک خاص خوبی ہے کہ اُنھوں نے نظم اور غزل کے درمیان فرق کو کم کر دیا ہے، اس سے مستقبل میں اس بات کا امکان پیدا ہو گیا ہے کہ غزلیہ نظمیں اور نظمیہ غزلوں کی اصطلاحات بھی اردو شاعری کی زینت بن جائیں گی۔ مجھے تو یہ قوی امکان ہے کہ اس روایت کی ابتدا کا سہرا بھی فوادؔ کے سر سجے گا۔ قاری جب یہ شاعری بار بار پڑھے گا تو اس سے ہر دفعہ ایک نیا مزہ اور نیا مفہوم نکالے گا۔ ان کی ایک نظم "میں جب فون پر بات کرتا ہوں" کے ایک بند سے الگ الگ مفہوم والے غزلیہ مصرعے پیش خدمت ہیں۔

اب اس نظم میں آگ لگ جائے گی
محبت نے اس گھر کی تعمیر کا ٹھیکہ ریت کو دیا ہے
پاگل پن پہ کسی کا اجارہ نہیں ہے
اپنی آواز اس بریف کیس میں رکھ دو

جبکہ اس نظم میں اگلے بند میں موجود غزلیہ طرز کے اشعار بھی ملاحظہ کیجئے جو نظم کی جدت میں ایک نیا اضافہ ہے۔

ہاں محبت کے اشتہار میں آؤ یا کسی دھوپ رنگ کار میں آؤ
اس طرح میں نہیں ملوں گا تمھیں مجھ سے ملنا ہو تو قطار میں آؤ
یہ میرے گیت ساتھ لے جانا تاکہ تم بھی کسی شمار میں آؤ

اس نظم کے اگلے بند میں صرف دو اشعار ہیں اور دونوں غزل کے مطلعوں یا مثنوی کی ہیئت طرح ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں۔

تم سے پہلے بھی لوگ اندھے تھے — چاند پاگل تھا روڈ گندے تھے
آرزوؤں کے خالی ٹھیلے تھے — تم سے پہلے بھی ہم اکیلے تھے (۲۳)

فوادؔ کے پہلے مجموعے "یہ کوئی کتاب نہیں" میں موضوع کے لحاظ سے کل سولہ نظمیں ہیں۔ اگرچہ ساری نظمیں موضوعاتی ہیں لیکن یہ ساری نظمیں روایتی نظموں کی طرح اپنے موضوع کے تابع نہیں ہیں۔ وہ، ہر نظم میں غزل کی طرح ہر شعر بلکہ ہر مصرعے میں الگ الگ خیال ظاہر کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ان کا مذکورہ بالا سارا مجموعہ ایک مکمل نظم ہے، نظم کا ہر بند ایک الگ نظم کی شکل بھی اختیار کرتا ہے اور ہر نظم کا ہر مصرع ایک الگ مفہوم بھی رکھتا ہے۔ ہر موضوعی نظم کو رومن ہندسوں کے حساب سے کئی بندوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کے اس مجموعے کے بارے میں ایک نقاد مظفر علی سید ایک انگریزی اخبار میں اپنا خیال اس طرح بیان کرتا ہے۔

> "Fawad writes Azad nazam as well as prose nazam and ghazals .Although he writes them separately at different times,He prefers to cut and dissolve them into each other forming filmic montage and producing a unique dramatic-effict. He is quite capable of breaking off into english in the middle of an urdu poem (۲۴)

> ترجمہ: احمد فواد کی شاعری آزاد نظم، نثری نظم اور غزل پر مشتمل ہے۔ وہ مختلف اوقات میں ان اصناف کو الگ الگ موضوعات کے تحت لکھتے ہیں، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک فلم کے scenes کی طرح وہ ایک صنف میں دوسری اصناف کے اشعار ملا دیتے ہیں، جس سے ایک ڈرامائی انداز ان کی شاعری میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اردو نظم کے بیچ میں اکثر انگریزی اشعار بھی لکھ دیتے ہیں"۔

ان کی ایک طویل نظم "صرف دریاؤں کا ٹوٹا ہوا بربط اسے کیا پیش کریں" اسی صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ شاعر موصوف نے اس نظم کو ۱۳۷ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر حصے کو رومن ہندسوں کے حساب سے جدا کر دیا ہے۔ رومن ہندسوں کی تقسیم کی یہ روایت فوادؔ کا اختراع ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے کافی طویل نظمیں لکھی جا چکی ہیں جیسے حالیؔ کی "مدوجزر اسلام" میر حسنؔ کی "سحر البیان" کمال خان رستمی کی "خاور نامہ" میر تقی میرؔ کی طویل مثنویاں، انیسؔ اور دبیرؔ کے مرثیے، اقبالؔ کی طویل نظمیں، اس کے علاوہ جدید شعرا نے بھی طویل نظمیں لکھی ہیں جن کی تفصیل یہاں احاطۂ تحریر میں نہیں لائی جا سکتی۔ میراجیؔ نے بھی ایک عجیب روایت قائم کی ہے، اس نے ۵۲

سطروں پر مشتمل ایک طویل نظم لکھی ہے، تمام سطریں ایک مصرع میں سمائی گئی ہیں اور نثر کی ہیئت میں ہے، لیکن فوادؔ کی مذکورہ بالا طویل نظم میں کچھ مصرعے نثری ہیئت میں ہیں، کچھ مصرعے آزاد نظم کی شکل میں ہیں اور کچھ مصرعے پابند نظم کی شکل میں ہیں،یوں یہ نظم فنی تجربات اور خیالات کی ایک بہاؤ ہے۔اس نظم میں موجود موضوعات کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک علیحدہ مجموعہ مرتب ہو سکتا ہے۔فوادؔ نے ان نظموں میں فن کے مروجہ قیود میں اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے تخیل کی پرواز کو لا محدود کر دیا۔

فوادؔ نے اپنے ایک دوست دانش غنی کی اچانک موت پر ایک شخصی مرثیہ نثری ہیئت میں لکھ کر اردو شاعری میں ایک نیا اضافہ کر دیا ہے۔یہ فوادؔ کی روایت شکنی اور جدت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ان کی جدید طرز کے مرثیے کا ایک انداز دیکھیں:

موت صرف ہاتھ ملانے کے لیے اس کی طرف بڑھتی تھی لیکن
اس نے مسکرا کر اسے گلے لگا لیا
گولی
اس کی کنپٹی میں لگی
اور کان کا وہ حصہ اپنے ساتھ لے گئی
جس میں چڑیوں اور آبشاروں کی گفتگو
کے کچھ حصے محفوظ کیے گئے تھے
شہر میں ہر طرف آنسوؤں کا چراغاں کرو
زندگی لٹ گئی، روشنی اُٹھ گئی (۲۵)

شعری دنیا میں ایک بڑا فنکار لفظوں کے استعاراتی اور علامتی انداز کو روا رکھتا ہے اور اپنے وسیع اور پیچیدہ تجربات کو کم از کم لفظوں میں بیان کرتا ہے۔بقول ملارمے کہ تخلیق کے معنی متعین کیے جائیں تو وہ مر جاتی ہے۔اگر چہ شاعری میں روایتی علائم نے کثرت استعمال کے باعث اپنی تازگی اور ندرت کھو دی ہیں لیکن ایک باکمال شاعر ان علامتوں میں نئے معانی بھی سمو دیتے ہیں۔لفظ نیا نہیں ہوتا بلکہ اس کا استعمال اور معانی نئے ہوتے ہیں۔فرہاد کو ایک مثالی عاشق کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے لیکن علامہ اقبالؔ نے اور فیض احمد فیضؔ نے اسے مزدور طبقے کی علامت کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔فوادؔ کی شاعری کا ایک نمایاں وصف بھی نئی نئی علامتوں کا استعمال ہے۔اس مقصد کے

لیے وہ کائنات کی مختلف مجرد و مجسم حقیقتوں کو مجازی مفہوم و معانی کا جامہ پہناتے ہیں۔ انہوں نے ادبی سرمائے میں مستعمل رموز و علائم سے استفادے کے ساتھ ساتھ ان میں جدّت کے نئے رنگ بھر دیئے ہیں۔ ان کی یہ علامتیں بظاہر سادہ مگر اپنے اندر تہ در تہ، عمیق اور عالمگیر معنویت کے حامل ہیں۔ یوں تو فوادؔ کی آزاد اور نثری شاعری کا ہر شعر بلکہ ہر مصرع علامت کی ہمہ جہتی کا ثبوت ہے اور یوں لگتا ہے کہ انہوں نے علامتوں کا ایک حیرت انگیز محل تعمیر کیا ہے۔ فوادؔ کی شاعری کا علامتی نظام کہکشاں میں موجود لاتعداد ستاروں کی طرح لامحدود ہے لیکن مقالے کی حجم کو دیکھتے ہوئے میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں جس سے ظاہر ہو گا کہ موصوف یہاں بھی روایت شکنی کا پرچم بلند کرتے ہیں۔

چاند ایک آفاقی علامت ہے۔ یہ خوبصورتی، حسن، دلکشی، سیم تن اور نازک بدن کے خدوخال کو واضح کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ چاند کے بارے میں ان کی جدّت طبع اور غیر روایتی انداز مختلف مصرعوں میں ملاحظہ ہو:

چاند پاگل ہے اسے منہ نہ لگانا تم بھی
چاند تاروں سے کہو کچھ سلیقہ سے رہیں
چاند کو بھنگ پلائی ہے کسی نے شاید
چاند ایک بدکار عورت ہے
چاند ایک طویل نظم کی تظمین ہے
چاند کو سورج نے پھر گھر سے نکال دیا ہے
چاند کی عصمت دری کی گئی
چاند نے سمندر کو رات کے کپڑے اتارتے دیکھ لیا تھا(۲۶)

فوادؔ کی مشہور نظم "چاندنی" نے تو قارئین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ جس چاند کی تعریف و تحسین میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جس کی پوجا تک کی جاتی ہے فوادؔ نے اسے محض "طوائف" قرار دیا ہے۔ آیئے دیکھیں ان کی ندرت خیال اور جدّت طبع کی ایک جھلک:

چاندنی پیشہ ور طوائف ہے
وادیوں، جنگلوں، پہاڑوں میں

اس کی آوارگی کے چرچے ہیں

نوجواں مرمریں بدن اس کا

مل کے سب شاعروں نے لوٹا ہے

ہر سیہ گوش اس سے واقف ہے

چاندنی پیشہ ور طوائف ہے (۲۷)

فوادؔ کے پہلے مجموعے کی علامتی، مسلسل اور طویل نظموں کی تہ داری اور گہرائی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اگر ایک وقت میں دس قارئین ان نظموں کو پہلی بار پڑھیں گے تو وہ ان سے دس مختلف مطالب اخذ کریں گے، اگر مذکورہ قارئین ان نظموں کو دوبارہ پڑھیں گے تو ان کو ان نظموں میں نئے مفاہیم کے اشارے ملیں گے، اگر تیسری دفعہ پڑھیں گے تو ان کو ایک اور انداز اور لطف محسوس ہوگا۔ یہی تو اس شاعری کا کمال ہے کہ قاری کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس پر نئے نئے مفاہیم اور وسعتوں کے در وا ہوتے ہیں۔

غلام زہرا نے اپنی کتاب "مرزا غالبؔ" میں انتظار حسین کا ایک دعویٰ نقل کیا ہے کہ

"افسانہ نگار انتظار حسین نے اپنے ایک مضمون میں یہ دعویٰ کیا ہے مکاتیب غالبؔ ایک ناول کا سا نقشہ پیش کرتے ہیں"۔(۲۸)

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی لچک، رنگارنگی اور ہمہ گیریت ہمیں فوادؔ کی نظموں میں بھی دکھائی دیتی ہے لیکن کسی نے اس رخ کی طرف توجہ نہیں دی۔ ان متنوع صفات اور نئے رخ کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج آگرہ کے پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد نے ان نظموں کو ایک خط کی شکل میں اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور کے مجلے میں شائع کر کے پہلا قدم اُٹھایا ہے۔ اس خط کے چند اشعار یہ ہیں:

تمہارے نام یہ خط آنسوؤں نے لکھا ہے

تیرے بغیر کلی دل کی کب چٹکتی ہے

تم میرے دل کے تاروں پہ چلتے رہے

اور تم سے آخری باتیں کرنے کے بعد دل کا یہ حال ہو چکا ہے کہ

اس سے پہلے کہ باؤلا یہ دل

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

پھر کسی غیر در کا ہو جائے

جانِ جاں مجھ سے ملنے آجانا(۲۹)

فواؔد کی شاعری پر یہ اعتراض اُٹھایا جاتا ہے کہ ان کی شاعری، خاص کر آزاد اور نثری نظمیں جلد سمجھ میں نہیں آتیں، یہ اعتراض بجا ہے۔ اصل میں اُنہوں نے اپنی شاعری کا آغاز غالب کی طرح مشکل پسندی سے کیا۔ وہ عام ڈگر پر چلنے کے عادی نہیں ہیں اس لیے انہوں نے اپنے لیے ایک نئے انداز کا چناؤ کیا ہے۔ وہ جو بھی خیال شاعری کے قالب میں ڈھالتا ہے تو مجرد علامتیں ان کے خیالات کا ساتھ بڑی خوبصورتی سے دیتی ہیں۔ یہی ان کی شاعری کا ایک مسرت بخش احساس ہے۔ اگرچہ ان کی ابتدائی شاعری مشکل ہے اور جلد سمجھ میں آنے والی نہیں ہے لیکن بار بار پڑھنے سے اس کی بہت ساری گتھیاں کھل جاتی ہیں۔ آج کا قاری چونکہ مشاعراتی شاعری کا عادی ہے اس لیے تفکر اور علامتی شاعری سے لاتعلق ہو چکا ہے۔ اس موقع کی مناسبت سے روزنامہ "آج" میں ذکر شدہ اقبالؔ کی شاعری سے متعلق ایک واقعے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

"ایک دفعہ ۱۹۳۵ء میں پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے علامہ اقبالؔ سے دبی ہوئی زبان سے یہ عرض کی کہ اسرار اور پیام، دونوں کتابیں سمجھ میں نہیں آتیں، لیکن اس سے قطع نظر بھی نہیں کر سکتا، دماغ قاصر سہی لیکن دل ان کی طرف ضرور مائل ہے، یہ سن کر علامہ نے دریافت فرمایا کہ "اسرار خودی کتنی مرتبہ پڑھی ہے؟" جواب میں کہا" جناب والا! ساری کتاب تو نہیں پڑھی صرف پہلا باب پڑھا، لیکن وہ سمجھ میں نہیں آیا اس لیے آگے پڑھنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی، اب رہی دوسری کتاب تو اس کی غزلیں تو پڑھ لی ہیں لیکن نہ لالۂ طور تک رسائی ہوئی نہ نقش فرنگ تک" یہ سن کر علامہ نے فرمایا "خوش نویسی یا موسیقی ایک دن میں نہیں آسکتی ہیں۔۔۔۔۔ فلسفیانہ نظمیں ایک دفعہ پڑھنے سے کیسے اور کیوں کر سمجھ میں آسکتی ہیں۔ الفارابی نے ارسطو کی مابعد الطبیعات کو کئی سال تک پڑھا تھا، تم بھی اس کی تقلید کرو اور ان کتابوں کو بار بار پڑھو"۔(۳۰)

فواؔد کی شاعری بھی عمیق نظری کا تقاضا کرتی ہے۔ سادہ الفاظ میں پیچیدہ خیال سمو دینا کہ حرف حرف سے گنجینۂ معنی کا طلسم ٹپکنے لگے، ان کا خاصہ ہے۔ اس علامتی ابہام کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں۔

> "نظم کی مثال ایک سمندر کی ہے۔ سمندر کی تہ تاریک، مبہم اور پر اسرار ہے اور وہاں روابط کی شکلیں واضح نہیں، چنانچہ نظم میں علامتیت کا تہ دار، گہرا اور ایک حد تک مبہم ہونا، قدرتی بات ہے"۔(۳۱)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

جبکہ فوادؔ کے اس انداز کے بارے میں ڈاکٹر تاج الدین تاجورؔ فرماتے ہیں۔

"احمد فوادؔ جدید نظم کو پوری طرح سمجھنے والے شاعر ہیں۔ان کی شاعری معمر نہیں بلکہ ذہنی طور پر بالغ قارئین کے لیے ہے۔ان کی شاعری جدید حسیات، رمز، استعارے اور علامتوں کی شاعری ہے۔" (۳۲)

ہوا کا چلنا، پانی کا بہنا، پھولوں کا کھلنا، رات کا آنا، چاند کا نمودار ہونا، تمام قد آور شعرا کی شاعری میں مظاہر فطرت کے حوالے ہیں لیکن اس سلسلے میں فوادؔ ذہنی طور پر بالغ قارئین کو دعوتِ فکر دیتے ہیں اور انہیں علامتوں اور استعاروں کے نگار خانے کی سیر درج ذیل مصرعوں کی شکل میں کراتے ہیں۔

جب ہوا گھاس کے بستر پر لیٹ جاتی ہے
جب پانی کسی چٹان کا جبڑہ توڑ کر ناچنے لگتا ہے
جب مٹی بارش کے بہکاوے آکر اپنا گھر چھوڑ دیتی ہے
جب کلیاں سورج کے تجربہ کار ہاتھوں سے ہار جاتی ہے
جب شام پنجوں کے بل چلتی ہوئی دن کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو جاتی ہے
جب سورج کی صراحی رات کی ٹھوکر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے
جب دن کی آنکھوں کے ارد گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں
جب سیڑھیوں سے اترتے وقت اچانک بادلوں کے پاؤں میں موچ آجاتی ہے اور
چاند اپنے دروازے میں کھڑا زور زور سے ہنسنے لگتا ہے
تب میرا دل جھپٹ کر تمہیں اپنی پچھلی سیٹ پر ڈال دیتا ہے
اور ہوا ہو جاتا ہے (۳۳)

فوادؔ کی شاعری ڈاکٹر وزیر آغا کے الفاظ میں ایک ایسے گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی تہ تاریک، گہری اور مبہم ہے جس میں علامتیت کا ایک تہ دار نظام موجود ہے۔اس علامتی نظام کو تلاش کرنا اور اس کی پرتیں کھولنا مجھ جیسے ادب کے مبتدی طالب علم کے دائرۂ سعی سے باہر ہے، الحاصل اس سعی لاحاصل کو میں نقادانِ فن کی قیمتی آراء سے زینت بخشتا ہوں۔

"احمد فوادؔ کے لہجے کی انفرادیت اسے اپنے ہم عصر شعراء میں ایک اہم مقام ضرور عطا کرتی ہے ان کے ہاں جدید استعارے کا ایک مربوط نظام موجود ہے"۔ پروفیسر ڈاکٹر نذیر تبسمؔ(۳۴)

"احمد فوادؔ کی پہلی کتاب "یہ کوئی کتاب نہیں" میں روایت شکنی کے تجربے موجود ہیں۔ وہ بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں۔ میں ان کو ایک اصیل اور جدید شاعر سمجھتا ہوں۔

اگر وہ اپنی شاعری کے ابتدائی انداز کو جاری رکھتے تو یہ ان کے لیے ایک نیک شگون ثابت ہوتی، لیکن ان کے تخلیقی سوتے اب بھی جاری ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر تاج الدین تاجورؔ

"احمد فوادؔ نے غزل میں زیادہ تر روایت کی پیروی کی ہے لیکن نظم میں اچھی خاصی روایت شکنی کی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سہیل احمد

احمد فوادؔ نے ایک ایسی شاعری کی بنیاد رکھ دی ہے جسے دیکھ کر قاری انگشت بدنداں اور ناقد سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ خاص کر ان کے پہلے مجموعے "یہ کوئی کتاب نہیں" کے مطالعے سے نئی نئی جہتیں، پرتیں اور معانی ومفہوم کے نئے نئے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں محققینِ فردا کے لیے جستجو اور تحقیق کا ایک خزانہ چھپا ہے جس کی تلاش کے لیے ایک مدّت درکار ہے۔ یقیناً اپنے تخلیقی ذہن، انفرادیت، روایت شکنی، مخصوص لب ولہجہ اور اپنے کے لحاظ سے فوادؔ اژدہام سخن وراں میں صاف پہچانے والے شاعر ہیں۔ آنے والا وقت ان کی عظمت اور ہمہ گیریت کا فیصلہ کرے گا، جیسا کہ انہوں نے خود اس کی پیشن گوئی بھی کی ہے۔

رات دن گیت میرے، یہ زمانہ گائے گا   میری آنکھیں بند ہونے کا ہے شاہد منتظر

حوالہ جات

(۱) احمد فوادؔ (پروفیسر) ذاتی ڈائری غیر مطبوعہ
(۲) احمد فوادؔ (پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۱۱۴
(۳) مرزا حامد بیگ (ڈاکٹر) ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ الساجد پرنٹرز ۱۹۹۹ء ص ۲۲
(۴) وزیر آغا (ڈاکٹر) نئے تناظر آئینہ ادب لاہور ۱۹۸۰ء ص ۵۸
(۵) احمد فوادؔ (پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۳۴
(۶) احمد فوادؔ (پروفیسر یہ کوئی کتاب نہیں دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۳ تا ۱۰
(۷) احمد فوادؔ (پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۱۰ تا ۹۴

(۸)احمد فواد(پروفیسر یہ کوئی کتاب نہیں دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۱

(۹)رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اردو سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء ص ۲۹۶

(۱۰)احمد فواد(پروفیسر) یہ کوئی کتاب نہیں ،دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۳

(۱۱) احمد فواد(پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۲۷

(۱۲) احمد فواد(پروفیسر)دل ورق ورق تیرا دیا پبلی کیشنز اسلام آباد، ۱۹۹۲ء ص ۱۱

(۱۳)طاہر فاروقی(ڈاکٹر) فصاحت وبلاغت،سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۵۹ء ،ص ۸۱

(۱۴)احمد فواد(پروفیسر)دل ورق ورق تیرا،دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۲ء ص ۳۶

(۱۵)احمد فواد(پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۲۰

(۱۶)سید عبداللہ(ڈاکٹر) ولی سے اقبال تک آصف پرنٹرز ۲۰۱۰ء ص ۲۵۳

(۱۷)احمد فواد(پروفیسر)دل ورق ورق تیرا دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۲ء ص ۵۶

(۱۸)احمد فواد(پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۴۶ تا ۵۱

(۱۹)نذیر تبسم(پروفیسر،ڈاکٹر) سرحد کے اردو غزل گو شعرا ایکسپرٹ گرافکس پشاور ۲۰۱۲ء ص ۱۰۸

(۲۰)احمد فواد(پروفیسر) یہ کوئی کتاب نہیں دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۴۴

(۲۱) آصف اسلم فرخی کا کالم اپریل ۱۹۹۱ء

(۲۲)رفیع الدین ہاشمی اصناف ادب سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ء ص ۳۳

(۲۳)احمد فواد(پروفیسر) یہ کوئی کتاب نہیں دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۳

(۲۴)مظفر علی سید The Friday times ۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء

(۲۵)احمد فواد(پروفیسر) یہ کوئی کتاب نہیں دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۰۱ تا ۱۱۰

(۲۶) احمد فواد(پروفیسر)ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء متفرق صفحات

(۲۷)احمد فواد(پروفیسر) دل ورق ورق تیرا دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۲ء ص ۱۲۰

(۲۸)غلام زہرا،عدیل نیازی مرزا غالب سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۱ء ص ۸۹

(۲۹)"خیبر" مجلہ اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور ۱۹۹۹ء-۲۰۰۰ء ص ۴۴

(۳۰) روزنامہ آج ۵ نومبر ۲۰۱۵ء ص ۷

(۳۱)وزیر آغا(ڈاکٹر) اردو شاعری کا مزاج علی پرنٹرز لاہور ۲۰۰۸ء، ص۳۶۹

(۳۲)راقم الحروف کا پروفیسر ڈاکٹر تاج الدین تاجورؔ صاحب سے انٹرویو، بمقام گورنمنٹ کالج پشاور، ۱۹ جنوری ۲۰۱۷ء

(۳۳)احمد فوادؔ (پروفیسر) ، یہ کوئی کتاب نہیں، دیا پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۲۳

(۳۴)نذیر تبسمؔ (پروفیسر،ڈاکٹر) سرحد کے اردو غزل گو شعرا ایکسپرٹ گرافکس پشاور ۲۰۱۲ء ص ۴۶۳

(۳۵) راقم الحروف کا پروفیسر ڈاکٹر تاج الدین تاجورؔ صاحب سے انٹرویو، بمقام گورنمنٹ کالج پشاور، ۱۹ جنوری ۲۰۱۷ء

(۳۶)راقم الحروف کا پروفیسر ڈاکٹر سہیل احمد صاحب سے انٹرویو، بمقام شعبۂ اردو، پشاور یونی ورسٹی، ۱۷ جنوری ۲۰۱۷ء

(۳۷) احمد فوادؔ (پروفیسر) ایک جانب چاندنی شعیب پبلشرز مینگورہ سوات ۲۰۰۷ء ص ۱۰۱

References in Roman Script:

1. Ahmed Fawad, (professor) zaati diary ghair matboa
2. Ahmed Fawad, (professor) aik janib chandni Shoiab, Mangora Publishers, 2007, P 114
3. Mirza Hamid Baig, (Dr) T.S. Elite, Alsajid Printers, 1999, P.22
4. Wazir Agha (Dr) Naey Tanazur Ayena Adab Lahore, 1980. P.58
5. Ahmad Fawad, (Prof), Ek Janib Chandani, Shohaib Publisher, Mangora Sawat, 2007, P. 114
6. Ahmed Fawad, (Prof), Yeh koi Kitab Nahe, Diya Publications, Islamabad, 1991, P. 3 to 10
7. Ahmed Fawad (Prof), Ek Janib Chandani , Shohaib Publisherz, Mangora, Sawat, 2007, P 10to94
8. Ahmed Fawad (Prof) Yeh Koi Kitab Nahe, Diya Publiations, Islamabad, 1991, P 11
9. Ram Baboo Saksena, Tareek e Adab Urdu, Sang Meel Publications, 2003, P/ 296
10. Ahmed Fawad (Prof), Yeh Koi Kitab Nahe, Diya Publications, Islamabad, 1991, P 13
11. Ahmed Fawad (Prof.) Aik Janib Chandni Shoiab , Mangora, Swat, 2007, P 72
12. Ahmed Fawad, (Prof.) Dil Waraq Tera, Diya Publications, Islamabad, 1992, P.11
13. Tahir Farooqi (Dr), Fashat wa Balagat, Sang Meel Publications, Lahore, 1959, P.81
14. Ahmed Fawad, (Prof.), Dil Waraq Waraq Tera, Diya Publications, 1992, P36

15. Ahmed Fawad (Prof._, Ek Janib Chandani, Shohaib Publishers, Mangora Sawat, 2007, P. 20
16. Syed Abdullah (Dr.), Wali sy Iqbal Tak, Asif Printers, P. 253
17. Ahmed Fawad (Prof). Dil Waraq Waraq Diya Publications, Islamabad, 1992, P.56
18. Ahmed Fawad, (Prof) Ek Janib Chandani, Shohaib Publishers Mangora Sawat, P 46 – 51
19. Nazir Tabassum (Prof, Dr) Sarhad ky Urdu Ghazal go Sher Expert Graphics Peshwar, 2012, P 108
20. Ahmed Fawad (Prof) Yeh koi kitab nahe, Diya Publications, Islamabad, 1991, P.44
21. Asif Aslam Farkhi ka coloumn, April 1991
22. Rafi ud Din Hashmi, Asnaf Adab Sang Meel Publications, Lahore, 200, P.33
23. Ahmed Fawad (Prof) Yeh koi kitab nahe, Diya Publications, Islamabad, 1991, P.3
24. Muzaffar Ali Syed, The Friday Times, 15 Sep 1992
25. Ahmed Fawad (Prof) Yeh koi kitab nahe, Diya Publications, Islamabad 1991, P. 101 to 110
26. Ahmed Fawad(Prof), Ek Janib Chandani Shohaib Publishers, Mangora Sawat, 2007, Mutfaraq Safhat
27. Ahmed Fawad, (Prof) Dil Warq Warq Tera Diya Publications, Islamabad, 1992, P 120
28. Ghulam Zahra, Adel Niyazi Mirza Ghalib, Sang Meel Publications, Lahore, 2011, P 89
29. “Khyber” Mujalla, Islamia College University, Peshwar, 1999-2000, P 44
30. Rozanama Aaj 5 November, 2015, P.7
31. Wazeer Agha (Dr) Urdu Shairi ka Mizaj Ali Printers, Lahore, 2008, P 369
32. Raqim alharoof ka Professor Dr Taj ud Din Tajor Sahib sy Interview, Bamaqam Govt College Peshwar 19 January 2017
33. Ahmed Fawad (Prof), Yeh Koi Kitab Nahe, Diya Publications, Islamabad, 1991, P 123
34. Nazir Tabassum (Prof,Dr), Sarhad k Urdu Ghazal go Shair expert Graphics Peshawar, 2012, P 463